احکام حضانت: منتخب فقہی تفاسیر کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Child Custody Rulings: An analytical Study in the Light of Selected Jurisprudential Exegeses

Hafiz Muhammad Asim
Teacher of Hadith and Fiqh:
Jamia Arabia Misbahul Uloom Khushab
Email: aasi1990@gmail.com

Abstract

This study delves into the rulings of Islamic Shariah regarding child custody (*ḥaḍānah*), analyzed through the lens of two classical interpretations: *Tafsir Ahkam al-Qur'an* by *Al-Jassas* and *Tafsir al-Qurtubi* by *Al-Qurtubi*.

The study examines the legal and ethical aspects of child custody as derived from Quranic injunctions, as interpreted in these tafsirs.

The research systematically presents the authors' methodology, extracts rulings related to child custody and elaborates on their application in contemporary contexts. It also compares the interpretations to identify points of convergence and divergence in their understanding of Shariah principles.

The findings reveal a profound alignment of both tafsirs on fundamental principles of child welfare, prioritizing the best interests of the child within the Shariah framework. The study recommends revisiting classical interpretations in the light of contemporary challenges, ensuring their relevance and application in modern family law disputes. Furthermore, it advocates for integrating such tafsir-based jurisprudence into legal systems to address custody issues effectively.

Keywords: Child Custody (ḥaḍānah)Shariah, Tafsir al-Qurtubi, Tafsir Ahkam al-Qur'an, Al-Jassas, Family Law in Islam, Parental Responsibilities

تمہید:

اللہ تعالیٰ نے جب انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کو جنت میں ٹھہرایا تو ان کو بغیر کسی مونس اور ساتھی کے اکیلا نہیں چھوڑا بلکہ انہی کی جنس میں سے ان کی زوجہ کو بھی پیدا فرما دیا۔[1]

اس زوجیت کا ایک بہت بڑا مقصد لیسکن إلیها[2] فرمایا کہ اس سے سکون حاصل کرے۔ اس طرح اس رشتے میں سب سے پہلی چیز تالیف قلب اور حصول سکون ہے اور اس کے بعد بقاء نسل اور نوع انسانی کی نشو نما وغیرہ ہے۔

حفاظت نسل، مقاصد شریعہ میں سے ایک اہم مقصد ہے اور اس کے مختلف پہلوؤں کے احکامات موجود ہیں۔ حتیٰ کہ ایک بچے کے حقوق اور اس کے جسم و روح کی حفاظت اور ہر دو کی ضروریات کا خیال اس کی پیدائش سے بہت پہلے سے رکھا جاتا ہے۔ سب سے پہلے تو بچے کی والدہ کے طور پر جس عورت کا انتخاب کرنا ہے اس کے بارے میں راہنمائی دی گئی کہ وہ کس طرح کی ہو اور پھر یہ کہ اس کے ساتھ رشتہ ازدواج کن کن صورتوں میں طے کیا جاسکتا ہے اور کون سی صورتیں حرام ہیں (زنا وغیرہ)۔ اس کے بعد جب بچہ عالم بطن میں ہے تو اس وقت کس طرح اس کی جان کی حفاظت کرنی ہے اس کے بھی احکام موجود ہیں اور اس حالت میں بھی اس کو نقصان پہنچانے پر سزا کا حکم موجود ہے۔ اور پھر پیدائش کے بعد اس کی فطرت صالحہ کو مسخ نہ کرنے کا حکم بھی موجود ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

"ہر بچہ اپنی اصل فطرت (نیک اور پاکیزہ) پر پیدا ہوتا ہے، لیکن بعد میں اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی، یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔"[3]

ان مقاصد کے حصول کے لیے رشتہ ازدواج میں اصل سکینہ اور استمرار ہے۔ لیکن بعض اوقات ناگزیر حالات کی بنا پر زوجین میں علیحدگی مجبوری بن جاتی ہے۔ اس کے لیے بھی شریعت نے احکام طلاق وغیرہ کی صورت میں راہنمائی کر دی ہے کہ کس طرح مجبوری کی بنا پر اگر زوجین کو الگ ہونا پڑے تو کیا طریقہ کار ہوگا اور دونوں کون سے حقوق و فرائض ادا کرنے کے پابند ہوں گے۔

زوجین کی علیحدگی کی صورت میں میاں بیوی کے علاوہ اولاد کا متاثر ہونا بھی ایک واضح امر ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اس بات کا بھی خاص خیال رکھا ہے کہ اس صورت میں کہیں بچے کے بنیادی حقوق تلف نہ ہو جائیں اور اس کی پرورش میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے شریعت میں حضانت کے احکام موجود ہیں۔ اس لحاظ سے حضانت کے احکام کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے کہ میاں بیوی تو ایک دوسرے سے علیحدگی کی صورت میں نئے زوج کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو سکتے ہیں لیکن والدین کی تفریق کی صورت میں بچوں کو دوبارہ اپنے والدین

---

(1) سورۃ النساء:۴/۱۔

(2) سورۃ الاعراف:۷/۱۸۹۔

(3) أخرجه البخاري في "صحيحه" كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، حديث رقم(١٣٨٥)، ص٢٧٢۔ واللفظ له. ومسلم في "صحيحه" كتاب القدر، باب: معنى كل مولود يولد على الفطرة وحكم موت أطفال الكفار وأطفال المسلمين، حديث رقم ٢٢ـ(٢٦٥٨)، ص ١٠٦٦.

اکٹھے ملنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور ایسا بچہ یا بچی جس کے والدین الگ ہو چکے ہوں، انتہائی کمزور اور نازک صورتحال کا شکار ہوتا ہے اور اس صورتحال میں ایک بچے کو بہت زیادہ حفاظت اور نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اہمیت بحث:

اسی اہمیت کے پیش نظر حضانت کے احکامات کا جاننا بہت ضروری ہے کیونکہ عملی زندگی میں ہم کئی ایک ایسے خاندان دیکھتے ہیں جن میں تفریق ہو جاتی ہے اور وہ حضانت کے احکام سے یکسر ناواقف ہوتے ہیں اور اس طرح ان کی نابالغ اولاد کے حقوق بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں مجموعی طور پر یہ احساس ہی نہیں ہے کہ شریعت نے ہمیں حضانت کے کیا احکام دیے ہیں۔ ہمارے ہاں اکثر و بیشتر اس طرح کے حالات میں خاندانی روایات یا ذاتی ترجیحات کو سامنے رکھ کر بچوں کے بارے میں فیصلے کر دیے جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں بعض اوقات بچوں کے حقوق اور ضروریات کا بالکل بھی لحاظ نہیں رکھا جاتا اور جانے انجانے میں ان کی حق تلفی کی جاتی ہے۔

اس لیے بچے کے بالغ ہونے تک اس کو کسی کی تربیت اور نگہداشت میں دینا ضروری ہے تاکہ بچے کی صالح فطرت کو مسخ ہونے سے بچایا جاسکے اور اس کی اچھی تربیت کی جاسکے جس کی بنیاد پر وہ بڑا ہو کر ایک اچھا انسان بن سکے۔ اسی کا نام حق حضانت ہے جو بچہ کو دینا ضروری ہے۔

اس مقالے میں حضانت کے حوالے سے تفسیر جصاص اور تفسیر قرطبیؒ کے تناظر میں احکامات شرعی کے مطالعے کی سعی کی گئی ہے۔

حضانت کی لغوی تعریف:

مادہ "ح ض ن"، کسی چیز کی حفاظت اور بچاؤ کے معنی میں آتا ہے۔[(1)] صحاح میں ہے کہ یہ بغل سے پیٹ تک کو کہتے ہیں۔ اور کسی چیز کی اطراف اس کے حضن کہلاتے ہیں۔[(2)] اور جب پرندہ اپنے انڈے کو اپنے ساتھ لگا کر اپنے پروں کے اندر چھپاتا ہے تب کہا جاتا ہے: حَضَنَ الطائر بیضہ یَحْضُنُہُ۔ اسی طرح جب عورت بچے کو اپنے ساتھ لگاتی ہے تب بھی یہی کہا جاتا ہے۔[(3)]

لسان العرب میں ہے کہ حضن بغل سے پیٹ تک کے حصے کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھی مذکور ہے کہ یہ سینہ اور دونوں بازوؤں کو اور ان کے درمیان والی جگہ کو کہتے ہیں۔ احتضان کسی چیز کو اٹھا کر اپنی بغل میں ڈالنے کو کہتے ہیں جیسے عورت بچہ کو بغل میں اٹھاتی ہے۔[(4)]

---

(1) ابن فارس، احمد بن فارس بن زکریاء القزوینی الرازي، **معجم مقاييس اللغة**، (بیروت: دار الفکر، ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹ء) ۲/۷۳۔

(2) الجوہری، ابونصر اسماعیل بن حماد، **الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية**، (بیروت: دار العلم للملایین، طبع رابع، ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷ء) ۵/۲۱۰۔

(3) ایضاً، ص ۲۱۰۲۔

(4) ابن منظور، ابو الفضل محمد بن مکرم بن علی، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، طبع ثالث، ۱۴۱۴ھ) ۱۳/۱۲۲۔ الفیروز آبادی، مجد الدین أبو طاہر محمد بن یعقوب، **القاموس المحیط**، (بیروت: مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع، طبع ثامن، ۱۴۲۶ھ، ۲۰۰۵ء) ۱۱۹۰۔

تاج العروس میں ہے وحَضَنَ الصَّبِيَّ یعنی بچے کو ساتھ لگانا، وحِضانَةً، بالكسْرِ: جَعَلَهُ فِي حِضْنِهِ، أَو كَفِلَه و رَبَّاهُ وحَفِظَه بچے کو اپنی حفاظت میں لینا یا اس کی کفالت کرنا اور پالنا۔[1]

ان تعریفات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کم و بیش اس کا معنی کسی چیز کو حفاظت کی خاطر اپنے ساتھ لگانا ہے۔

حضانت کی اصطلاحی تعریف:

فقہاء کرام نے اس کی کئی ایک اصطلاحی تعریفات کی ہیں۔ ان کو ہم فقہی مسالک کے مطابق الگ الگ بیان کر سکتے ہیں۔

احناف کی تعریف:

امام کاسانیؒ نے بدائع الصنائع میں اس کی تعریف یوں کی ہے:

"ماں کی اپنے بچے کے لیے حضانت کا مطلب ہے کہ اس کو اپنے پہلو کے ساتھ لگائے اور بچے کے باپ سے اس عورت کا الگ ہونا تاکہ بچہ اسی عورت کے پاس رہے اور وہی اس کی حفاظت کرے اور اس کو اپنے پاس رکھے اور اس کے کپڑے دھوئے۔"[2]

اس تعریف میں حضانت کی نسبت صرف ماں کی طرف کی گئی ہے حالانکہ بعض اوقات یہ باپ کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔

علامہ ابن عابدینؒ نے اس کی مختصر تعریف اس طرح کی ہے:

"تربية الولد لمن له حق الحضانة"[3] (جس کو حق حاصل ہے اس کا بچے کی تربیت کرنا حضانت کہلاتا ہے۔)

اس تعریف میں جس کو بھی حق حاصل ہو گا اس کا بچے کی تربیت کرنا حضانت کہلائے گا چاہے وہ باپ ہو یا ماں، یا ان کے علاوہ کوئی ہو۔

مالکیہ کی تعریف:

ابن عرفہؒ نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے:

"بچے کو اپنے گھر میں حفاظت کے ساتھ رکھنا اور اس کے کھانے پینے، لباس، بستر اور جسم کی صفائی وغیرہ کا خیال رکھنا۔"[4]

امام دسوقیؒ نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے:

---

(1) الزبیدی، محمد مرتضی الحسيني، **تاج العروس من جواهر القاموس**، (کویت: وزارة الإرشاد والأنباء في الكويت - المجلس الوطني للثقافة والفنون والآداب بدولة الكويت، ١٣٨٥-١٤٢٢ھ=١٩٦٥-٢٠٠١ء) ۳۴/۴۴۲۔

(2) الکاسانی، علاءالدین، أبو بکر بن مسعود، **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**، (بیروت: دار الكتب العلمية، ب ط) ۸/۱۳۱۔

(3) ابن عابدین، محمد امین، **حاشیه رد المحتار**، (بیروت: دار الفکر، ب ط) ۵/۲۵۹۔

(4) محمد بن قاسم الأنصاري، أبو عبدالله، الرصاع التونسی المالکی، **الهداية الكافية الشافيه**، (بیروت: المکتبة العلميه، طبع اول، ١٣٥٠ھ) ۲/۳۲۴۔

"بچے کو اپنے گھر میں رکھنا اور اس کے آنے جانے، بات کرنے اور رہنے کا اچھی طرح خیال رکھنا جس میں اس کا کھانا پینا، لباس اور جسم اور بستر کی حفاظت شامل ہو۔"(1)

یہ دونوں تعریفیں تقریباً ہم معنی ہیں۔ اگرچہ علامہ دسوقیؒ نے آنے جانے اور بات کرنے کو اضافی طور پر شامل کیا ہے۔

شوافع کی تعریف:

امام نوویؒ اس کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا جو تمیز نہیں کر سکتے اور اپنے معاملات میں خود مختار نہیں ہیں، ان کی اس طرح پرورش کرنا جو ان کے لیے صحیح ہو، اور ان کو نقصان دہ امور سے بچانا۔"(2)

اسی طرح امام شربینیؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ کسی ایسے شخص کی تربیت اور نقصان سے حفاظت کرنا ہے جو اپنے معاملات کو آزادانہ طور پر نقصان سے نہیں بچا سکتا، کیونکہ اس میں تمیز نہیں ہے، جیسے ایک بچہ، بالغ، یا ایک پاگل شخص۔"(3)

یہ دونوں تعریفات تقریباً ہم معنی ہیں لیکن امام شربینیؒ نے حضانت کو صرف بچے کے ساتھ مخصوص نہیں کیا بلکہ بڑے اور مجنون کی حضانت کو بھی شامل کیا ہے۔ اگرچہ امام نوویؒ کی تعریف میں من لایمیز میں بھی چھوٹے، بڑے اور مجنون شامل کیے جا سکتے ہیں۔

حنابلہ کی تعریف:

حنابلہ میں سے امام مرداویؒ حضانت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جو خود مختار نہیں ہیں ان کی حفاظت کرنا اور ان کی پرورش اس وقت تک کرنا جب تک کہ وہ خود مختار نہ ہو جائیں۔"(4)

اسی طرح علامہ مفتوحیؒ اس کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"چھوٹوں، نا سمجھوں اور مجنون لوگوں کی نقصان سے حفاظت کرنا، اور ان کی مفید ضرورتوں کے مطابق ان کی پرورش کرنا۔"(5)

---

(1) الدسوقی، محمد بن عرفۃ الدسوقی المالکی، **حاشية الدسوقي**، (بیروت: دار الفكر، ب ط) ۳۲۸/۱۰۔

(2) النووی، ابوزکریا محیی الدین یحیی بن شرف، **روضة الطالبين**، (بیروت: المكتب الاسلامى، طبع ثالث، ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۱ء) ۵۰۴/۶۔

(3) الشربینی، شمس الدین، محمد بن محمد، **مغنى المحتاج**، (بیروت: دار الكتب العلميه، طبع اول، ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء) ۴۲۶/۳۔

(4) المرداوی، علاء الدین أبو الحسن علي بن سليمان بن أحمد، **الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف**، (القاہرہ: هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، طبع اول، ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۵ء) ۴۲۵/۲۴۔

(5) ابن نجار، محمد بن أحمد بن عبد العزيز الفتوحی الحنبلی، **معونة أولي النهى شرح المنتهى**، (مکۃ المکرمہ: مكتبة الاسدى، طبع خامس، ۱۴۲۹ھ، ۲۰۰۸ء) ۲۲۴/۱۰۔

یہ دونوں تعریفیں ہم معنی ہی ہیں اگرچہ امام مرداوی ؒ کی تعریف کچھ مختصر ہے لیکن "جو خود مختار نہیں ہیں" میں چھوٹے، ناسمجھ اور مجنون بھی شامل ہیں۔

فقہاء کرام کی مندرجہ بالا تعریفات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تعریفات حضانت میں حفاظت اور رعایت کو شامل ہیں جیسا کہ کھانا پینا، صفائی وغیرہ اور اس کے علاوہ تربیت کو بھی شامل کیا گیا ہے جس میں اس کو اچھی باتیں سکھانا اور نقصان دہ چیزوں سے دور رکھنا شامل ہے۔

حضانت کے مشابہات:

حضانت کے لغوی و اصطلاحی معانی بیان کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضانت اور اس سے ملتی جلتی مگر مختلف مفہوم کی اصطلاحات کی وضاحت کر دی جائے تاکہ ان سے حضانت کا مفہوم الگ سے واضح ہو سکے۔

۱۔ ولایت:

لغت میں ولایت واؤ کی زیر کے ساتھ حاکمیت کے معنی میں ہے۔ اور واؤ کی فتح کے ساتھ اس کا ایک معنی مدد بھی ہے۔[(1)]

شریعت میں ولایت کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے:

یہ کسی دوسرے کے اُمور میں تصرف کرنے یا اُس پر اپنا فیصلہ لاگو کرنے کو کہتے ہیں۔ شریعت میں عام طور پر والد یا دادا کی ولایت ثابت شدہ ہے۔ اور یہ بعض اوقات ان کے علاوہ کی طرف بھی لوٹ جاتی ہے جیسے وصیت یا وقف وغیرہ کے امور میں۔ شریعت میں کئی طرح کی ولایات ہوتی ہیں جیسا کہ ولایت مال، نکاح اور حضانت وغیرہ۔ اور یہ ولایت مردوں کے لیے ہوتی ہے۔

حضانت بھی ولایت ہی کی ایک قسم ہے جو شریعت میں ثابت ہے۔ لیکن اس میں عورتوں کو مردوں پر مقدم رکھا جاتا ہے۔[(2)]

۲۔ کفالت:

حضانت سے ملتی جلتی ایک اصطلاح کفالت بھی ہے۔

لغت میں کفالت، ملانے کے معنی میں ہے۔ الکافل کمانے والے کو کہتے ہیں اور الکفیل ضامن کو کہتے ہیں۔[(3)] اور بچے کی کفالت کا مطلب ہے اس کو ساتھ رکھنا اور اس کے امور کو سرانجام دینا، جیسا کہ قرآن میں ہے:

---

(1) زین الدین أبو عبداللہ محمد بن أبي بکر بن عبدالقادر الحنفي الرازي، **مختار الصحاح**، (بیروت: المکتبة العصریه، طبع خامس، ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹ء) ۱/۲۴۵۔

(2) ابن نجیم، زین الدین بن إبراہیم بن محمد، **الأشباه والنظائر على مذهب أبي حنيفة النعمان**، (بیروت: دار الكتب العلمیه، طبع اول، ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹ء) ۱/۱۳۰۔ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمن، **الأشباه والنظائر في قواعد وفروع فقه الشافعيه**، (بیروت: دار الكتب العلمیه، طبع اول، ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء) ۱/۱۵۴۔

(3) ابن منظور، **لسان العرب**، مادة: کفل، ۱۱/۵۸۹۔

"وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا"[1] (زکریاؑ نے ان کی کفالت کی)۔

اصطلاح میں کسی کی ذمہ داری کو اپنے ذمہ لے لینا کفالت کہلاتا ہے چاہے یہ مطلق ہو یا قرضہ ہو یا کوئی معین چیز ہو۔ایسے ہی حضانت کو بھی کفالت کہتے ہیں اوراس باب میں کفیل سے مراد وہ ہوتا ہے جو چھوٹے بچے کی کفالت کرتا ہے اوراس کے معاملات کی دیکھ بھال کرتا ہے۔[2]

اس طرح کفالت کا لفظ کسی کی مالی ذمہ داری لینے یا جسمانی ذمہ داری لینے میں مشترک ہے۔اور بدن کی ذمہ داری کو ہی حضانت کہتے ہیں۔

تفسیر جصاص میں حضانت کے احکام

امام جصاصؒ تفسیر احکام القرآن میں ایک باب یا عنوان قائم کرتے ہیں اور پھر اس کے ذیل میں اس باب سے متعلقہ آیات کی تشریح اور تفسیر بیان کرتے ہیں۔اسی طرح امام جصاصؒ نے باب الرضاع کے عنوان سے باب قائم کیا اور پھر اس کے ذیل میں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۳۳ ذکر کی اوراس کی تشریح وتفسیر بیان کرتے ہوئے حضانت کے درج ذیل مسائل بیان فرمائے۔[3]

حضانت ماں کا حق:

امام جصاصؒ فرماتے کہ اس آیت میں اس بات پر دلالت موجود ہے کہ بچہ جب تک چھوٹا ہے ماں اس کو اپنے پاس رکھے گی کیونکہ بچہ چاہے رضاعت کا محتاج نہ رہے لیکن وہ حضانت کا محتاج رہتا ہے کیونکہ بچے کو ماں کی اتنی ہی ضرورت رضاعت کے بعد بھی ہے جتنی رضاعت ختم ہونے سے پہلے تھی۔اس بات کی دلیل یہ ہے کہ جب ماں کو دورانِ رضاعت اپنے بچے کو اپنے پاس رکھنے کا حق حاصل ہوتا ہے، چاہے دودھ پلانے والی عورت کوئی اور ہو، تو یہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ بچے کا ماں کے پاس رہنا ماں کا بنیادی حق ہے۔اسی طرح، یہ بچے کا بھی حق ہے کہ وہ اپنی ماں کے پاس رہے، کیونکہ ماں کی شفقت سب سے زیادہ ہوتی ہے، اوراس کی مامتا بچے کو دیگر افراد کے مقابلے میں زیادہ محبت اور توجہ فراہم کرتی ہے۔[4]

بچے کی ماں کے پاس رہنے کی عمر

اس سے اگلی بات امام جصاصؒ یہ بیان کرتے ہیں کہ بچے اور بچی کی صورت میں حضانت کی حد کیا ہے؟ یعنی وہ کتنی عمر تک ماں کے پاس رہے گا یا رہے گی؟

---

(1) سورۃ آل عمران:۳/۳۷۔

(2) ابن عابدین، **حاشیہ رد المحتار**، 281/5۔ابن قدامہ، موفق الدین أبو محمد عبداللہ بن أحمد بن محمد بن قدامۃ، **المغنی**، (الریاض: دار عالم الکتب للطباعة والنشر والتوزیع، طبع ثالث، ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء)۴/۴۰۸۔

(3) الجصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي، **أحكام القرآن**، (بیروت: دار الكتب العلمیه، طبع اول، ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء)۱/۴۸۸۔

(4) ایضاً، ۱/۴۹۰۔

اس کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک لڑکے کے لیے یہ مدت اس وقت تک ہے جب وہ خود کھانے پینے اور وضو کرنے کے قابل ہو جائے، جبکہ لڑکی کے لیے یہ مدت اس کی بلوغت تک ہے۔[1]

آگے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ جب لڑکا اس عمر کو پہنچے گا جس میں اسے ادب اور تمیز سکھانے کی ضرورت پیش آتی ہے، تو اس مرحلے پر ماں کے پاس رہنا بچے کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔اس لیے اس وقت بچے کا باپ کے پاس ہونا زیادہ مناسب ہو گا کیونکہ باپ اس بات کو بہتر طریقے سے انجام دے سکتا ہے اور اس کی رہنمائی بچے کی تربیت کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو گی۔

اس کی دلیل میں حدیث ذکر کرتے ہیں کہ اسی عمر کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"جب بچے سات سال کے ہوں تو انہیں نماز پڑھنے کی ترغیب دو، اور اگر وہ دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو ان کو سزا دو اور انہیں علیحدہ بستر پر سونے کے لیے کہو۔"[2]

اس حدیث کی سند وغیرہ بیان نہیں کی گئی۔ لیکن اس سے استدلال یہ کیا گیا ہے کہ چونکہ نبی کریم ﷺ نے سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا کہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسی عمر میں بچہ ادب آداب اور تمیز وغیرہ سیکھتا ہے۔اور اس عمر میں اگر لڑکا ماں کے پاس رہے گا تو ماں اس کو مردانہ طور طریقے اور ادب آداب وغیرہ نہیں سکھا سکتی بلکہ یہ کام باپ بہتر طریقے سے کر سکتا ہے۔

لڑکی کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اس کی حضانت ماں کے پاس بلوغت تک رہنی چاہیے کیونکہ اس عمر تک ماں کے پاس رہنے میں کوئی نقصان نہیں، بلکہ یہ اس کے لیے فائدہ مند ہے۔اس دوران وہ عورتوں کے طور طریقے اور آداب بہتر طور پر ماں سے سیکھ سکتی ہے، جو باپ کے بجائے ماں کے زیر سایہ ہی زیادہ مؤثر طریقے سے ممکن ہے۔

جب لڑکی بالغ ہو جاتی ہے، تو ماں کی سرپرستی ختم ہو جاتی ہے۔اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ماں کی حضانت لڑکی کی پیدائش کے سبب ثابت ہوئی تھی، اور بلوغت تک ماں کے پاس رہنے میں کسی نقصان کا اندیشہ نہیں تھا۔ لیکن بالغ ہونے کے بعد لڑکی کی عزت و آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری اہم ہو جاتی ہے، اور یہ فریضہ ماں کی نسبت باپ زیادہ بہتر طریقے سے انجام دے سکتا ہے۔اسی لیے بلوغت کے بعد لڑکی کو اپنے پاس رکھنے کا حق باپ کو حاصل ہو جاتا ہے۔

ماں کے بعد حضانت کا حق

اگلا مسئلہ امام جصاصؒ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ماں کے بعد حق حضانت کس کو حاصل ہے؟

اس کے لیے امام جصاصؒ حدیث بیان کرتے ہیں:

"حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کا حضرت زیدؓ بن حارثہ اور حضرت جعفرؓ بن ابو طالب کے ساتھ

(1) الجصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي، أحكام القرآن، (بیروت: دار الكتب العلمیه، طبع اول، ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء) ۴۹۰

(2) ایضاً۔

حضرت حمزہؓ کی بیٹی کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔لڑکی کی خالہ جعفرؓ کے نکاح میں تھی۔ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ لڑکی کو اس کی خالہ کے حوالے کر دیا جائے کیونکہ خالہ بھی ماں کی طرح حق رکھتی ہے۔"[(1)]

امام جصاصؒ اس سے یہ استدلال فرماتے ہیں کہ خالہ دیگر تمام قریبی رشتہ داروں کی نسبت بچے کی حضانت کا زیادہ حق رکھتی ہے، جیسا کہ آیت میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ ماں کا حق بچے کو اپنے پاس رکھنے میں باپ کے مقابلے میں زیادہ ہے۔اسی اصول کے تحت مفسرؒ یہ استدلال کرتے ہیں کہ وہ عورت جو بچے کی محرم رشتہ دار ہو اور اس کی پرورش کر سکے، مرد رشتہ داروں کے مقابلے میں زیادہ حق رکھتی ہے۔مزید برآں، جو رشتہ دار بچے کے زیادہ قریب ہو گا، وہ حضانت کا بھی زیادہ حقدار ہو گا۔[(2)]

مطلقہ ماں کے پاس بچہ رہنے کی حد

یہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ جب ایک عورت نے آکر شکایت بیان کی کہ یہ اس کا بچہ ہے جو الگ ہونے کے بعد اس کا شوہر اس سے لے لینا چاہتا ہے حالانکہ اس ماں نے اس کو پالنے میں بہت زیادہ محنت کی ہے۔تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ جب تک وہ دوبارہ شادی نہیں کر لیتی وہی اس بچے کی زیادہ حق دار ہے۔[(3)]

اسی طرح کی روایت حضرت علیؓ، حضرت ابو بکرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، مغیرہ بن شعبہؓ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ وتابعین سے بھی منقول ہے۔

اس روایت سے امام جصاصؒ یہ استدلال کرتے ہیں کہ جب تک بچے کی مطلقہ ماں دوسری شادی نہیں کرتی تو وہی بچہ اپنے پاس رکھنے کی زیادہ حقدار ہے۔

بچے کو بڑے ہونے پر والدین میں سے کسی ایک کے پاس رہنے کا اختیار

امام جصاصؒ بچے کو والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنے کے اختیار کے بارے میں بیان کرتے ہوئے امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ جب لڑکا خود کھانے پینے کے قابل ہو جائے، تو اسے یہ اختیار دیا جائے گا کہ وہ کس کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔اگر وہ باپ کے ساتھ رہنا پسند کرے تو باپ اس کا حق دار ہو گا، اور اگر وہ ماں کے ساتھ رہنا چاہے تو ماں اس کی حقدار ہو گی۔[(4)] امام جصاصؒ امام شافعیؒ کی دلیل میں جو حدیث ہے وہ

---

(1) االجصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي، أحكام القرآن، (بیروت: دار الكتب العلميه، طبع اول، ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء)۴۹۱ ,

(2) ایضاً، ۱/۴۹۱۔

(3) ایضاً۔

(1) الجصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي، أحكام القرآن، (بیروت: دار الكتب العلميه، طبع اول، ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء)۴۹۱ ,

ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے ایک لڑکے کو اختیار دیتے ہوئے فرمایا تھا: "ماں اور باپ میں سے جسے چاہو پسند کر لو۔"(1)

عبدالرحمان بن غنمؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک بچے کو اختیار دیا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ میں سے کسی کو اختیار کر لے۔(2)

امام شافعیؒ کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جو روایت ہے تو اس میں "غلام" کا لفظ آیا ہے تو ممکن ہے کہ وہ لڑکا بالغ ہو کیونکہ بلوغت کے بعد بھی اس کو "غلام" کہا جا سکتا ہے۔ لیکن دوسری روایت جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے، اس کا جواب امام جصاصؒ نے نہیں دیا اور جس روایت کا جواب بھی دیا ہے، امام جصاصؒ کے خیال میں زیادہ سے زیادہ وہ ایک امکانی صورت ہے، قطعی اور یقینی بات ہرگز نہیں۔

امام جصاصؒ اپنے مؤقف پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"حضرت علیؓ نے ایک لڑکے کو اختیار دینے کے حوالے سے فرمایا کہ اگر یہ بالغ ہوتا، یعنی میری رائے کے مطابق یہ ابھی نابالغ ہے، تو میں اسے مکمل اختیار دے دیتا کہ وہ ماں یا باپ میں سے جسے چاہے منتخب کرے۔"(3)

اس روایت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ پہلے جس لڑکے کا حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ذکر ہوا ہے، جس کو اختیار دیا گیا تھا، تو وہ بڑا اور بالغ تھا۔

دوسری دلیل دیتے ہوئے حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت بیان کی گئی ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر کہنے لگی کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی ہے اور اب وہ اس کا بیٹا بھی لے لینا چاہتا ہے۔ مزید اس عورت نے کہا کہ اس کا بیٹا اس کی خدمت کرتا ہے اور اسے ابوعنبہ کے کنویں سے پانی بھی لا کر دیتا ہے۔ چونکہ اس لڑکے کا باپ بھی وہیں موجود تھا تو آپ ﷺ نے کہا دونوں اس بارے میں قرعہ اندازی کر لو۔ لیکن باپ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ تو آپ ﷺ نے اس لڑکے سے مخاطب ہو کر کہا کہ وہ اپنے ماں باپ میں سے جس کے ساتھ رہنا چاہتا ہے اس کے ساتھ چلا جائے۔ تو وہ اپنی ماں کے ساتھ ہو لیا۔(4)

اس سے مفسر یہ استدلال کرتے ہیں کہ جب ماں کہہ رہی ہے کہ اس کا بیٹا کنویں سے اس کے لیے پانی لاتا ہے تو یقیناً وہ بڑا لڑکا ہو گا نا کہ بچہ ہو گا۔ آپؒ کا استدلال بجا ہے لیکن اس سے بلوغت پر قطعی استدلال ممکن نہیں اس لئے کہ مذکورہ کام تو نابالغ بھی سرانجام دے سکتا ہے جب کہ وہ جسمانی لحاظ سے صحت مند ہو۔

اگلی دلیل جو امام جصاصؒ پیش کرتے ہیں وہ عقلی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ نابالغ بچے کو اپنے تمام حقوق میں

---

(2) الجصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي، أحكام القرآن، (بيروت: دار الكتب العلميه، طبع اول، ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء) ۳۹۱،

(3) ایضاً۔

(4) ایضاً ۔

(5) ایضاً۔

کسی بھی قسم کا اختیار نہیں ہوتا، تو اسی اصول کے تحت اسے والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنے کا اختیار بھی نہیں دیا جاسکتا۔

امام محمد بن الحسنؒ کا قول ہے کہ چھوٹے لڑکے کو ماں اور باپ کے بارے میں اختیار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اگر اسے یہ اختیار دیا گیا تو وہ ممکنہ طور پر اپنے لیے نقصان دہ چیز کا انتخاب کرے گا۔ امام جصاصؒ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حقیقت میں صورتحال بھی یہی ہے۔(1)

اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ اپنی کم عمری کے سبب کھیل کود کی طرف زیادہ مائل ہوگا اور علم و ادب اور تعلیم و تربیت سے دور ہو جائے گا۔ اس لیے چھوٹے بچے کی حضانت کا فیصلہ اس کی بھلائی کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا جانا چاہیے، بجائے اس کے کہ اسے خود فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: "قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا" (خود کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔)(2)

یہ بات واضح ہے کہ والد اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت بہتر طریقے سے کر سکتا ہے۔ ماں کے ساتھ رہنے کی صورت میں بچے کے لیے یہ نقصان دہ ثابت ہوگا، کیونکہ اس سے اس میں نسوانی خصوصیات اور عادات پیدا ہو سکتی ہیں، جو اس کی شخصیت کی ترقی کے لیے مناسب نہیں ہوں گی۔(3)

(1) االجصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي، **أحكام القرآن**، (بیروت: دار الكتب العلميه، طبع اول، ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء)۴۹۱ ,

(2) سورۃ التحریم: ٦٦/٦۔

(3) الجصاص، **أحكام القرآن**، ۱/۴۹۱۔

تفسیر قرطبیؒ میں حضانت کے احکام

امام قرطبیؒ نے سورۃ بقرہ آیت ۲۳۳ کے ضمن میں رضاعت اور نفقہ کے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے حضانت کے مسائل کا بھی ذکر کیا ہے۔

حضانت ماں کا حق:

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں امام مالکؒ کے اس موقف کی دلیل ملتی ہے کہ ماں کو پرورش کا حق حاصل ہے... اور امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی مؤقف ہے۔[(1)]

امام قرطبیؒ نے حضانت کا حق ماں کے لیے ثابت کرنے کے لیے یہاں اتنی سی بات پر ہی اکتفا کیا ہے کیونکہ اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا اور سب اسی پر اتفاق کرتے ہیں۔

بچے کی ماں کے پاس رہنے کی عمر

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ بچہ جب تک بالغ نہیں ہوتا تب تک ماں کے پاس رہے گا اور بچی نکاح تک ماں کے پاس رہے گی اور اس میں ماں کا بھی حق ہے۔[(2)]

بڑے ہونے پر بچے کو والدین میں سے کسی ایک کے پاس جانے کا اختیار

امام قرطبیؒ نقل کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جب بچہ آٹھ سال کا ہو جائے تو یہ وہ عمر ہے جس میں وہ تمیز کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لیے اس عمر میں والدین کے درمیان بچے کو انتخاب کا حق دیا جائے گا، کیونکہ یہ وہ عمر ہے جب قرآن کی تعلیم، ادب، اور عبادات کے حوالے سے اس کی ہمت اور استعداد بیدار ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ کے مطابق، اس عمر میں لڑکا اور لڑکی دونوں کو یکساں طور پر انتخاب کا حق حاصل ہو گا۔

اس کے بعد امام شافعیؒ کے دلائل کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی پاک ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ اس کا بیٹا اس کا سابقہ شوہر لے لینا چاہتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس بچے سے فرمایا کہ ماں باپ میں سے وہ جس کے پاس رہنا چاہتا ہے اس کے ساتھ چلا جائے۔ تو وہ بچہ ماں کے پاس چلا گیا۔[(3)]

دوسری روایت بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جس میں ذکر ہے کہ ایک مطلقہ عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر کہنے لگی کہ اس کا شوہر اس کا بیٹا لینا چاہتا ہے اور کہا کہ اس کا بیٹا اس کی خدمت کرتا ہے اور اسے ابو عنبہ کے کنویں سے پانی بھی لا کر دیتا ہے۔ اس لڑکے کا

---

(1) القرطبیؒ، الجامع لأحکام القرآن، ۱۶۴/۳۔

(2) ایضاً۔

(3) ایضاً۔

باپ بھی وہیں موجود تھا تو آپ ﷺ نے کہا دونوں اس بارے میں قرعہ اندازی کرلو۔ لیکن باپ اس پر رضامند نہ ہوا۔ تو آپ ﷺ نے اس لڑکے سے مخاطب ہو کر کہا کہ وہ اپنے والدین میں سے جس کے ساتھ رہنا چاہتا ہے اس کے ساتھ چلا جائے۔ تو وہ اپنی ماں کے ساتھ چلا گیا۔(1)

امام شافعیؒ کے دلائل ذکر کرنے کے بعد امام قرطبیؒ اپنے دلائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت ہے کہ جب ایک عورت نے شکایت کی کہ یہ اس کا بچہ ہے جو الگ ہونے کے بعد اس کا شوہر اس سے لے لینا چاہتا ہے حالانکہ اس ماں نے اس کو پالنے میں بہت زیادہ محنت کی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ اس بچے کی زیادہ حق دار ماں ہی ہے جب تک وہ دوبارہ شادی نہیں کر لیتی۔(2) مالکیہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بغیر باپ سے پوچھے اور بغیر بچے سے پوچھے، ماں کے حق میں فیصلہ فرمادیا تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بچے کو اختیار دینا ضروری نہیں ہے۔

ابن منذرؒ(3) کہتے ہیں کہ معتمد اہل علم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ جب زوجین الگ ہو جائیں اور ان کا بچہ ہو، تو اس بچے کی زیادہ حق دار ماں ہے جب تک کہ وہ دوبارہ کسی سے نکاح نہ کرلے۔ اسی طرح ابو عمرؒ کا فرمان ہے کہ وہ علماء سلف میں سے کسی بھی مقام پر مطلقہ عورت (جس نے آگے نکاح نہیں کیا) کے بارے میں اختلاف نہیں، بشرطیکہ بچہ چھوٹا ہو اور تمیز نہ کر سکتا ہو، اور اس کی حفاظت اور اخراجات کا انتظام اس کے پاس ہو، اور وہ عورت فاسقہ نہ ہو۔ بعد ازاں، جب بچہ تمیز کر سکتا ہو اور یہ سمجھ سکتا ہو کہ ان دونوں میں سے کون اس کے لیے بہتر اور مفید ہے، تو اس وقت اسے اختیار دینے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔"

اسی کے ضمن میں حاضنہ کی کچھ شرائط بھی مذکور ہیں کہ عورت کے پاس بچہ محفوظ ہو اور خرچہ وغیرہ بھی ہو اور مزید یہ کہ وہ فاسق نہ ہو اور بے پردہ بھی نہ ہو۔

اگلی دلیل بیان فرماتے ہیں کہ ابن منذرؒ نے کہا ہے: یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حمزہؓ کی بیٹی کو اختیار دیے بغیر خود ہی بچی کی خالہ کے حق میں فیصلہ فرمایا تھا۔(4) اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچے کو اختیار دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود ہی اس کے حق میں بہتر فیصلہ کرنا چاہیے۔

مندرجہ بالا بحث میں امام قرطبیؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ چونکہ بچہ ابھی سمجھ بوجھ سے عاری ہوتا ہے، اس لیے اسے والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنے کا اختیار نہیں دیا جائے گا۔ تاہم، امام قرطبیؒ نے امام شافعیؒ کے دلائل کا رد نہیں کیا، بلکہ صرف اپنے دلائل کو بیان کیا ہے۔

---

(1) القرطبیؒ، الجامع لأحكام القرآن، ۱۶۴/۳۔

(2) ایضاً۔

(3) ابن منذر النیسابوری: ابو بکر محمد بن ابراہیم، متوفی 318ھ؛ جلیل القدر محدث، فقیہ اور مفسر تھے، ان کی مشہور تصانیف میں الأوسط اور الأشراف شامل ہیں جو علمی دنیا میں بلند مقام رکھتی ہیں۔ (الزرکلی، خیر الدین، الأعلام، ۲۵۱/۶۔)

(4) القرطبیؒ، الجامع لأحكام القرآن، ۱۶۵/۳۔

ماں کے حق حضانت کی حد

اس سے آگے امام قرطبیؒ ماں کی شادی کے بعد اس کے حق حضانت کے بارے میں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے ابن منذرؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

"تمام معتمد اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب ماں دوبارہ نکاح کر لیتی ہے، تو بچے کا حق پرورش ماں کے پاس ختم ہو جاتا ہے۔"[1]

مفسر نے اپنی کتاب "کتاب الاشراف" میں یہی بات کہی ہے۔ جبکہ قاضی عبد الوہابؒ[2] نے ''شرح الرسالہ'' میں حسن سے نقل کیا ہے کہ شادی کے باوجود ماں کا حق پرورش ختم نہیں ہوتا۔

یہاں بھی امام قرطبیؒ نے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں لیکن ان کا رد نہیں کیا۔

ماں کے بعد حضانت کا حق

یہاں امام قرطبیؒ یہ مسئلہ بیان کر رہے ہیں کہ جب ماں نہ ہو یا کسی مانع کی وجہ سے اس کا حق حضانت نہ ہو تو پھر حق حضانت کس کے پاس ہو گا۔[3]

کئی ائمہ نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ بچے کی پرورش میں نانی زیادہ حقدار ہوتی ہے۔ تاہم، اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر بچے کی والدہ موجود نہ ہو اور اس کی دادی زندہ ہو، تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ اگر بچے کی خالہ موجود نہ ہو تو دادی زیادہ حقدار ہو گی۔ ابن القاسمؒ نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ ان تک یہ خبر پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا: خالہ، دادی سے زیادہ حقدار اور بہتر ہے۔ امام شافعیؒ اور امام نعمانؒ کے مطابق، دادی ہی خالہ سے زیادہ حقدار ہوتی ہے۔ بعض اہل علم نے یہ بھی کہا ہے کہ باپ دادی سے زیادہ اپنے بیٹے کے لیے حقدار ہوتا ہے، بشرطیکہ اس کی کوئی اور بیوی نہ ہو۔ ابو عمرؒ نے کہا کہ میرے نزدیک باپ زیادہ حقدار ہے، پھر بہن کا حق آتا ہے، اور اس کے بعد پھوپھی کی باری ہوتی ہے۔

اس بارے میں مزید اقوال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ابن حبیب نے مطرف سے اور ابن ماجشون نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ پرورش کا سب سے پہلا حق ماں کا ہے، پھر نانی کا، پھر خالہ کا، پھر دادی کا، پھر بہن کا، پھر پھوپھی کا، پھر بھتیجی کا، اور آخر میں باپ کا حق ہے۔ دادی بہن سے زیادہ حقدار ہے اور بہن پھوپھی سے زیادہ حقدار ہوتی ہے، اور پھوپھی اپنے بعد کے رشتہ داروں سے زیادہ حقدار اور بہتر سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ، تمام مردوں میں اولیاء کا حق زیادہ اہم اور راجح سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ قاضی عبد الوہاب نے المعونہ میں ذکر کیا ہے۔[4]

---

(1) القرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۱۶۵/۳۔

(2) قاضی عبد الوہاب المالکی: ابو محمد عبد الوہاب بن علی بن نصر، متوفی 422ھ؛ مالکی فقہ کے ممتاز عالم اور قاضی تھے۔ ان کی کتب المعونۃ اور التلقین مالکی فقہ میں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ (الزرکلی، خیر الدین، الأعلام، ۱۵۳/۴۔)

(3) القرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۱۶۵/۳۔

(1) قاضی عبد الوہاب، المعونة، (مکہ مکرمہ: المكتبة التجارية، ب ط) ۹۴۲/۲۔

موانع حضانت:

یہاں درمیان میں امام قرطبیؒ نے کچھ موانع بیان کیے ہیں کہ جب یہ موانع کسی میں پائے جائیں تب بچہ اس کے حوالے نہ کیا جائے۔ اور بچہ کسی اور حقدار کو دیا جائے گا جس میں یہ موانع نہ پائے جاتے ہوں۔

فرماتے ہیں کہ یہ صورت تب ہو گی جب ان تمام افراد میں سے ہر ایک کے پاس بچہ محفوظ اور مامون ہو، اور وہ اس کی حفاظت اور نگہداشت کے لیے مکمل طور پر اہل ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو تو کسی کو بھی حضانت کا حق نہیں ملے گا۔ اس صورت میں یہ غور کیا جائے گا کہ وہ کون شخص ہے جس کے پاس بچہ زیادہ محفوظ ہو اور جو اس کی حفاظت، اچھی تعلیم و تربیت میں بہترین سلوک کرے۔ اسی شخص کو بچہ پرورش کا حق حاصل ہو گا۔ یہ رائے ان لوگوں کی ہے جنہوں نے کہا ہے کہ پرورش بچے کا حق ہے۔ امام مالکؒ سے بھی یہی مروی ہے اور آپ کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے بھی اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ اسی طرح، اگر کوئی عورت فجور، ضیاع، بیماری یا اپاہج ہونے کی وجہ سے بچے کی پرورش کی ذمہ داری ادا کرنے سے قاصر ہو، تو اسے حضانت کا حق نہیں دیا جائے گا۔[1] مزید فرمایا کہ خالہ کی بیٹی، پھوپھی کی بیٹی، اور بچے کی بھانجیاں حضانت کے حق سے محروم ہیں۔[2] اور جب پرورش کرنے والی کے بارے میں یہ یقین ہو کہ بچے کو نقصان یا خطرہ نہیں پہنچے گا، تو وہ بچے کی پرورش اس وقت تک جاری رکھے گی جب تک وہ بچہ یا بچی بلوغت کی عمر کو نہ پہنچ جائے۔ کچھ علمانے یہ بھی کہا ہے کہ یہ پرورش اس وقت تک جاری رہے گی جب تک بچہ بچپن کی حالت سے باہر نہ نکلے اور لڑکی کی شادی نہ ہو جائے۔[3] امام قرطبیؒ نے اس مقام پر بچے کی پرورش کی آخری عمر کو واضح کیا ہے کہ جب بچہ بالغ ہو جائے گا، تو اس کی حضانت ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح، جب لڑکی کی شادی ہو جائے گی تو اس کی حضانت بھی ختم ہو جائے گی۔

باپ کے سفر کی صورت میں حضانت

اگر والد اس شہر سے نکل کر کسی اور مقام کو اپنا وطن بنانے کا ارادہ کرے اور بچہ ماں یا کسی اور کی حضانت میں ہے، تو اب والد کو بچہ اپنے ساتھ رکھنے کا زیادہ حق ہے کہ وہ اس کو اپنے ساتھ اس وطن میں لے جائے، جبکہ والدہ یا جس کی حضانت میں بچہ ہے وہ اس نئے وطن کی طرف منتقل ہونے سے انکار کر دے۔[4]

اور اگر باپ نے تجارت کی نیت سے سفر کیا ہے تو پھر وہ حضانت کا حقدار نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے کچھ ہی عرصہ بعد واپس لوٹ آنا ہے۔ اسی طرح بچہ جن اولیاء کے پاس رہتا ہے جب وہ نیا وطن بنانے کے لیے کہیں اور منتقل ہونا چاہیں تو ان کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

ماں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بچے کو باپ کے وطن سے کسی اور جگہ منتقل کرے، سوائے اس صورت کے کہ جب وہ شرعی

---

(2) القرطبیؒ، الجامع لأحکام القرآن، ۱۶۵/۳۔

(3) ایضاً۔

(4) ایضاً، ۱۶۶/۳۔

(1) القرطبیؒ، الجامع لأحکام القرآن، ۱۶۵/۳۔

سفر سے کم دوری پر منتقل ہو رہی ہو۔[1]

اگر مرد نے عورت پر یہ شرط عائد کی ہو کہ وہ اپنے بچے کو اس کے پاس چھوڑ سکتا ہے، بشر طیکہ وہ بچے کی نگہداشت اور نفقہ کی ایک معین مدت تک ذمہ داری اٹھائے، اور عورت نے اس ذمہ داری کو قبول کیا ہو، تو اس پر یہ ذمہ داری واجب ہو جائے گی۔ تاہم، اگر عورت اس دوران میں انتقال کر جائے، تو اس مدت کا نفقہ اور حفاظت اس کے ترکہ سے نہیں لیا جائے گا۔ بعض علمانے کہا ہے کہ یہ ایک قرض ہے جسے عورت کے ترکہ سے ادا کیا جائے گا، لیکن امام قرطبیؒ نے اس کے مقابلے میں پہلے قول کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق، اگر بچہ اس مدت کے دوران فوت ہو جائے، تو عورت سے اگلے عرصے کے نفقہ اور خرچ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح، اگر مرد اور عورت کے درمیان حمل اور رضاعت کے اخراجات پر کوئی معاہدہ ہو کہ یہ خرچ عورت کرے گی، اور بعد میں عورت کا انتقال ہو جائے، تو اس کے ترکہ سے اس خرچ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

ماں کی شادی کی صورت میں حضانت کا حکم

امام قرطبیؒ اس ماں کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ جس کی حضانت میں بچہ ہے اور وہ آگے شادی کر لیتی ہے۔ امام مالکؒ کے مطابق، اگر ماں نکاح کر لے تو بچہ اس سے نہیں لیا جائے گا جب تک کہ دخول نہ ہو جائے۔ اس کے برعکس، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نکاح کے بعد ہی اس کا حق حضانت ختم ہو جاتا ہے۔[2]

امام شافعیؒ کی بات زیادہ موزوں نظر آتی ہے کیونکہ ماں کے اگلے نکاح کے فوراً بعد ہی وہ اس نکاح اور اس کے لوازمات میں مشغول ہو جائے گی اور اس دوران میں بچے کی پرورش میں کمی واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ نکاح کے ساتھ ہی اس کا حق حضانت ختم ہو جائے اور بچہ کسی اور کے حوالے کر دیا جائے۔

اگر ماں کو شادی کے بعد طلاق ہو جاتی ہے، تو امام مالکؒ کے نزدیک اس کا حق حضانت واپس نہیں آئے گا اور بچہ اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ امام مالکؒ کا مشہور قول یہی ہے، مگر کچھ علماء نے امام مالکؒ سے اس بارے میں دو مختلف اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ ایک میں کہا گیا کہ بچہ اس عورت کو واپس لوٹایا جائے گا، اور دوسرے میں کہا گیا کہ بچہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

بچہ واپس لوٹانے والے قول میں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ ماں اب پھر فارغ البال ہے اور ماں کی مامتا بھی موجود ہے اس لئے اگر بچہ اسے لوٹا دیا جائے تو حق حضانت عمدہ طریقے سے ادا ہو سکتا ہے۔

ابن منذرؒ نے فرمایا ہے کہ اگر ماں اپنے شہر کو چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر منتقل ہو جائے، تو اس صورت میں بچہ اس سے الگ ہو جائے گا کیونکہ شہر سے نکلنا حضانت کے موانع میں شامل ہے۔ تاہم، اگر ماں واپس اپنے شہر آ جائے تو اس کا حق حضانت دوبارہ بحال ہو جائے گا اور بچہ اسے

---

(2) القرطبیؒ، الجامع لأحكام القرآن، ۱۶۵/۳۔

(3) القرطبیؒ، الجامع لأحكام القرآن، ۱۶۵/۳۔

واپس دے دیا جائے گا۔ یہ رائے امام شافعیؒ، ابو ثورؒ اور اصحاب الرائے کی ہے۔ اسی طرح، اگر ماں نے شادی کی ہو اور بعد میں طلاق یا شوہر کے انتقال کے بعد، اس کا حق حضانت واپس آجائے گا اور بچہ دوبارہ اس کے پاس آجائے گا۔

یہ تمام آراء بیان کرنے کے بعد امام قرطبیؒ اپنی رائے بیان کرتے ہیں اور ساتھ میں فرماتے ہیں کہ قاضی ابو محمد عبد الوہاب نے بھی یہی کہا ہے کہ اگر اس کو طلاق ہو گئی یا شوہر وفات پا گیا تو چونکہ اس صورت میں وہ عذر زائل ہو گیا جو مانع حضانت تھا تو اب اس کا حق حضانت بھی واپس آجائے گا اور بچہ اس کو دے دیا جائے گا۔ (1)

ماں کی جانب سے بچے کی پرورش کا انکار

اگر حضانت کا حق رکھنے والی عورت نے ایک بار اس بچے کی حضانت سے انکار کر دیا تو پھر بعد میں وہ حضانت کا دعویٰ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اگر عورت نے کسی موقع پر بچے کی پرورش چھوڑ دی یا شروع میں ہی بچے کی پرورش سے انکار کیا، حالانکہ وہ کسی نئی شادی میں بھی مصروف نہیں تھی، اور اب وہ بچہ واپس لینا چاہتی ہے، تو اس بارے میں غور وفکر کیا جائے گا۔ اگر اس نے بچے کو کسی جائز عذر کی بنا پر چھوڑا تھا یا پرورش سے انکار کیا تھا، تو اب وہ بچے کو واپس لے سکتی ہے۔ لیکن اگر اس کا بچہ چھوڑنے کا فیصلہ اس کی طرف سے جان چھڑانے یا ناپسندیدگی کی بنا پر تھا، تو پھر اس صورت میں بچہ اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا، چاہے وہ اب بچے کو واپس حاصل کرنے کی خواہش رکھتی ہو۔ (2)

ذمیہ یا مملوکہ ماں کا حق حضانت

امام قرطبیؒ حضانت کے حوالے سے ایک اور اہم مسئلے کو بیان کرتے ہیں جس میں طلاق کے بعد الگ ہونے والے زوجین میں سے اگر بیوی ذمیہ ہو تو اس کا حق حضانت ہو گا یا نہیں۔ (3) اس کے بارے میں مختلف آراء ہیں: (4)

پہلا قول: ایک گروہ کا کہنا ہے کہ عورت چاہے مسلمان ہو یا ذمیہ، اس کا حق حضانت برابر ہو گا۔ یہ رائے ابو ثورؒ، اصحاب الرائے اور امام مالکؒ کے ساتھی ابن القاسم کی ہے۔

دوسرا قول: دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ جو زوجین میں سے مسلمان ہو گا، بچہ اسی کے پاس جائے گا۔ یہ امام مالکؒ، سوارؒ، اور عبد اللہ بن المحسنؒ کا قول ہے، اور امام شافعیؒ سے بھی یہی روایت کی جاتی ہے۔ امام قرطبیؒ نے ان دونوں اقوال کو نقل کیا ہے لیکن کسی ایک کو ترجیح نہیں دی۔

---

(1) القرطبیؒ، **الجامع لأحكام القرآن**، ۱۶۵/۳۔

(2) ایضاً۔

(1) "وَأَهْلُ الذِّمَّةِ هُمْ الْكُفَّارُ الْمُقِيمُونَ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ بِذِمَّةٍ، أَيْ: عَهْدٍ." (ابن قدامه، **المغني**، ۲۳۵/۹۔) "الذمي: من يؤدي الجزية عن يد وهو صاغر، ويلتزم أحكام الإسلام في حقوق العباد." (الحصكفي، **الدر المختار**، كتاب الجزية، ۳۹۵/۳۔)

(2) القرطبیؒ، **الجامع لأحكام القرآن**، ۱۶۷/۳۔

اسی طرح ایک اور مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب زوجین میں سے ایک آزاد اور دوسرا مملوک ہو، تو بچہ کس کے پاس جائے گا:[1]

پہلا قول: امام عطاءؒ، ثوریؒ، شافعیؒ اور اصحاب الرائے کا کہنا ہے کہ جو آزاد ہوگا، بچے کی پرورش کا حق بھی اسی کو ہوگا۔

دوسرا قول: امام مالکؒ کا کہنا ہے کہ اگر باپ آزاد ہو اور ماں مملوکہ ہو، تو ماں بچے کی پرورش کا زیادہ حق رکھتی ہے۔ تاہم، اگر ماں کہیں آگے بیچ دی جائے اور وہ وطن سے منتقل ہو رہی ہو، تو اس صورت میں باپ کا حق ہوگا کہ وہ بچے کی پرورش کرے۔

(3) القرطبیؒ، الجامع لأحکام القرآن، ۳/۱۶۷۔

خاتمہ

مندرجہ بالا بحث میں حضانت کا تعارف اور حضانت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔حضانت کا لغوی معنی کسی چیز کو حفاظت کے ساتھ اپنے پہلو کے ساتھ لگانا ہے۔اصطلاح میں حضانت کسی ایسے بچے یا بڑے کی حفاظت اور اس کے روزمرہ کے امور سرانجام دینے کو کہتے ہیں جو خود اپنی حفاظت اور روزمرہ کے کام کرنے سے قاصر ہو۔وکالت اور کفالت کی اصطلاحات حضانت سے ملتی جلتی ہیں لیکن ان میں کچھ فرق بھی ہے۔

تفسیر جصاص اور تفسیر قرطبیؒ علمی حلقوں میں احکام قرآن کے موضوع پر انتہائی اہم اور بنیادی تفاسیر میں شامل ہیں۔تفسیر جصاص ایک موضوعی تفسیر کی شکل میں ہے جس میں مفسر ایک باب کے ذیل میں آنے والی آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔اور اس میں آیات احکام ہی پر بحث کی گئی ہے۔جبکہ تفسیر قرطبیؒ مکمل قرآن کی تفسیر ہے جس کی اپنی ممتاز خصوصیات ہیں۔

دونوں تفاسیر میں سورۃ بقرہ کی آیت ۲۳۳ کے تحت حضانت کے مسائل پر گفتگو کی گئی ہے،اور اس میں وضاحت کی گئی ہے کہ شوہر اور بیوی کے الگ ہونے کی صورت میں بچے کی حضانت ماں کے پاس ہو گی۔جب بچہ یا بچی ایک خاص عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں یہ حق دیا جائے گا کہ وہ اپنے والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنے کا انتخاب کر سکیں۔مزید یہ کہ اگر ماں دوبارہ نکاح کر لیتی ہے تو اس کا حق حضانت ختم ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ماں کے بعد حضانت کا حق خالہ کو ملے گا،اور اس کے بعد دیگر قریبی رشتہ دار خواتین کو بچے کی پرورش کا حق ہو گا۔حضانت کے معاملے میں خواتین کو مردوں پر ترجیح دی گئی ہے۔

نتائج

- دونوں تفاسیر میں سورۃ بقرہ کی آیت ۲۳۳ کی روشنی میں حضانت کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔
- تفسیر جصاص میں تقریباً پانچ بنیادی مسائل بیان کیے گئے ہیں جبکہ تفسیر قرطبیؒ میں تقریباً دس مسائل بیان کیے گئے ہیں۔اس طرح تفسیر قرطبیؒ میں تفسیر جصاص کی نسبت حضانت کے احکام قدرے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔
- حضانت بنیادی طور پر ماں باپ کی ذمہ داری ہے اور وہ دونوں ہی اپنے بچے کی پرورش کریں گے۔
- ماں باپ کی علیحدگی کی صورت میں چھوٹا بچہ ماں کے پاس رہے گا۔
- لڑکا جب سمجھدار ہونے لگے تو اس کی تعلیم اور تربیت کی خاطر اس کو باپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔
- لڑکی جب بالغ ہو جائے تو اس کو باپ کے حوالے کیا جائے گا۔
- ماں کی نئی شادی کی صورت میں اس کا حق حضانت ختم ہو جائے گا۔
- ماں کے بعد خالہ اور پھر اس طرح قریبی رشتہ دار خواتین میں سے قربت کے لحاظ سے الأقرب فالأقرب کے مطابق حق حضانت ہوگا۔
- حضانت میں عورتوں کو مردوں پر ترجیح دی جائے گی۔
- حضانت میں بچے کے حقوق کا مکمل خیال رکھا جائے گا۔
- جب بچہ ماں کے پاس ہوگا تو اس کو یہ اجازت نہیں ہوگی کہ وہ بچے کو باپ سے دور رکھے یا اس کو کسی اور وطن میں منتقل کرے۔

سفارشات

- احکام حضانت کو جدید ملکی قوانین کی صورت میں مرتب کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ملکی قانون کو قرآن وسنت کے مطابق کیا جاسکے۔
- احکام حضانت کے بارے میں مختلف اقوالِ فقہاء کو جمع کر کے ان میں سے راجح اور مفتیٰ بہا اقوال کی نشاندہی کرنا بھی ایک ضروری کام ہے۔
- پاکستان کے قانون کا شریعت کی روشنی میں جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ آیا یہ شریعت کے احکام حضانت کے مطابق ہے یا نہیں ہے۔اور اگر ترامیم کی ضرورت ہے تو کونسی ضروری ترامیم کر کے ملکی قانون حضانت کو احکام شریعت کے مطابق ڈھالا جاسکتا ہے۔